مسترد کیے جانے کے قابل ہیں، جبکہ سائنسی علوم وفنون کے میدان میں مغرب کے اجتہادات واکتشافات کو اخذ کرنا ضروری ہے، تاہم مکمل تسلیم سپردگی اور غلامانہ ذہنیت کے ساتھ نہیں، بلکہ مجتہدانہ روش کے ساتھ۔ (فکرونظر/اپریل 06ء)

عالمی زبانوں سے ناواقفیت

عالمی زبانوں سے ناواقفیت مسلمانوں علماء اور دانشوروں کے لیے ایک ناگزیر مسئلہ ہے۔خصوصا دینی مدارس کے لیے دعوت وتبلیغ اور غیرزبان وغیرمسلم معاشروں میں اشاعت دین کے حوالے سے اس کی اہمیت مزید دوچند ہو جاتی ہے ﴿وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه ليبين لهم﴾ (ابراهيم: ۴) ہم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ صدر مشرف صاحب یا اسکی طرح کوئی پیشرو اس تعلیم وزبان کی اہمیت پر زور دے اور عصر حاضر کے قابل قبول تقاضوں پر مسلم داعیوں کو اترنے کی طرف بلائے تو اسے مدارس کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والے، دخل بے جا کا مرتکب اور استعماری طاقتوں کا ایجنٹ قرار دیا جاتا ہے۔ کسی کے لاگو کرنے سے صرف نظر ایک داعی الی اللہ کے لیے آیت ﴿وما ارسلنا من رسول......﴾ مدعو قوم اور معاشرہ کی زبان، طرز زندگی، آداب معاشرت، عادات واطوار اور ان کے حدود داربعہ سے واقفیت ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات میں بھی یہی درس ملتا ہے، اسی کے تناظر میں آپ دعوت دیں گے۔ پھر علم کے لیے کوئی حد بندی نہیں ہے۔ دراصل یہ زبان وتعلیمات قرآن وحدیث ہی کی خدمت کے لیے معاون ومددگار ثابت ہوں گی۔

جناب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ رسول اکرم ﷺ کے حکم سے یہود کی عبری زبان پر مختصر عرصہ میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فارسی زبان جانتے اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ عبری زبان پر دسترس رکھتے تھے۔

سابق یہودی عالم وادیب علامہ محمد اسد نے اپنی سرگزشت ''طوفان سے ساحل تک'' میں بجا طور پر کہا ''جس طرح انگریزی، ریاضی، جرمن، **فلکیات** اور فرانسیسی، **کیمیا** نہیں ہوتا، اسی طرح ترکی، عربی، ایرانی اور ہندی اسلام بھی نہیں ہوتا۔''
(مقدمہ عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ/۵)

برطانیہ جیسی غیرمسلم کمیونٹی میں دعوت وتبلیغ کرنے والی دو اہم شخصیات مولانا محمد حسن راشد اور مولانا خرم بشیر دونوں تاکید کر رہے تھے کہ اس دور میں رائج زبانوں کا سیکھنا کتنی ضروری ہوگئی ہے۔ انہی زبانوں پر عبور حاصل کر کے ہی اسلام پر تابڑتوڑ حملہ کرنے والے مستشرقین کا مدعا سمجھ کر دندان شکن جواب دیا جاسکتا ہے۔

ماہنامہ ''محدث لاہور'' نے بیک ٹائٹل پر بجا لکھا: ''علوم جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار انسانی ارتقا کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں، لیکن قدیم علوم اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوسی بتانا تباہی کا سبب ہے۔''

اسلام اور تمدن اسلام

(پنڈت جواہر لال نہرو)

اسلام میں وہ قوت تھی‘ جس نے جھنجوڑ جھنجوڑ کر عربوں کو جگا دیا‘ ان میں خود اعتمادی اور عمل کا جوش بھر دیا۔ یہ بات حیرت انگیز ہے کہ جو قوم صدیوں سے محو خواب اور بظاہر دنیا کے تمام واقعات سے الگ تھی یکا یک اس طرح جاگ اٹھی اور ایسے زبردست جوش اور جدوجہد کا ثبوت دیا کہ ساری دنیا دنگ رہ گئی اور ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ عربوں کی یہ تاریخی داستان کہ وہ ایشیا‘ افریقہ اور یورپ میں کس تیز رفتاری سے چھا گئے اور تہذیب و تمدن کی معراج پر پہنچ گئے تاریخ کے حیران کر دینے والے کرشموں میں شمار ہوتی ہے۔

حضرت محمد (ﷺ) نے دنیا کے بادشاہوں کے نام فرمان بھیجے‘ قسطنطنیہ کے فرمانروا کو جب یہ پیغام ملا تو وہ شام میں ایرانیوں سے برسر جنگ تھا‘ ایسا ہی فرمان ایران کے بادشاہ کو ملا سنا ہے۔ کہ چین کے بادشاہ تاہی سنگ کو بھی اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ ان بادشاہوں کو حیرت ہوتی ہوگی کہ یہ کون غیر معروف شخص ہے، جو ہم پر اس طرح حکم چلا رہا ہے۔ ان سپاہیوں میں وہی ایمان اور اعتقاد تھا جسے آنحضرت نے اپنے پیروکاروں میں پیدا کر دیا تھا۔ انہوں نے اس سے تسکین حاصل کی‘ اسی سے ابھرے‘ یہاں تک کہ صحرا کے وہ فرزند جنہیں دنیا نے کبھی اہمیت نہ دی‘ اٹھے اور دنیا کا نصف حصہ فتح کر کے دم لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا ایمان اور خود اعتمادی اتنی بڑی تھی کہ اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ اسلام نے اپنے پیروؤں کو اخوت کا سبق سکھایا اور یہ حکم دیا کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں اور سب برابر ہیں۔ گویا یہ اسلام تھا جس نے عوام کے سامنے ایک طرح کی جمہوریت پیش کی۔ اس زمانہ کی ناکارہ عیسائیت کے مقابلے میں اخوت کے اس پیغام میں نہ صرف عربوں کو بلکہ ان تمام ملکوں کے باشندوں کو جہاں وہ وارد ہوئے ہوں گے کتنی بڑی کشش محسوس ہوئی ہوگی۔ محمد (ﷺ) نے ۶۳۲ء میں‘ ہجرت کے صرف دس سال بعد وفات فرمائی۔ انہوں نے اس تھوڑے عرصہ میں عرب کے جنگ جو قبائل کو ایک امت کی صورت میں متحد کر دیا اور جوش ایمانی سے سرشار کر دیا‘ حضرت ابوبکر ان کے جانشین ہوئے جو دو سال تک امیر المؤمنین رہے۔ ابوبکر و عمر دو شخص زبردست صلاحیتوں کے مالک تھے۔ انہوں نے اسلام کی عظمت کا سنگ بنیاد رکھا اور عربوں کی عظمت قائم کی‘ خلیفہ کی حیثیت سے وہ دونوں مذہبی پیشوا بھی تھے اور سیاسی سردار (امام) بھی‘ ان کا درجہ کتنا بلند تھا کہ ان کی مملکت روز افزوں طاقت پذیر تھی‘ اس کے باوجود سادگی ان کا جوہر تھی۔ انہوں نے شان و شوکت کو ٹھکرا دیا اور عیش